



سوال

(561) اسلامی بینکاری

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرا سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ اسلامی بینکاری حلال اور درست ہے اور اس کی اساس (BASE) کیا ہے؟ جواب دے کر مشکور ہوں۔ جزاکم اللہ خیرا

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

مروجہ اسلامی بینکاری کے جواز و عدم جواز کے حوالے سے اہل علم کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض جواز کے قائل ہیں تو بعض عدم جواز کے قائل ہیں۔ جواز کا فتویٰ دینے والوں میں مولانا تقی عثمانی صاحب پیش پیش ہیں تو عدم جواز کا فتویٰ دینے والوں میں مولانا سلیم اللہ خان صاحب سب سے مقدم ہیں۔ لیکن فریقین کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری اسلام کے اصول تجارت کے منافی ہے اور اسے اسلامی نہیں کہا جاسکتا۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اسلام کی طرف منسوب ”بینکاری نظام“ کو ہم خالص غیر اسلامی نظام سمجھتے ہیں، بلکہ بعض چیشیتوں سے اس نظام کو روایتی بینکاری نظام سے زیادہ خطرناک اور ناجائز سمجھتے ہیں، اس نظام کو غیر اسلامی کہنے کی دو بنیادی وجہیں ہیں:

۱... مروجہ اسلامی بینک مجوزہ اسلامی طریقہ کار پر کاربند نہیں۔

۲... جو مجوزہ طریقہ کار برائے تمویل طے پایا تھا، وہ طریقہ بھی شرعی اعتبار سے کئی نقائص کا حامل ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

پہلی وجہ

مروجہ اسلامی بینکاری کے مجوزین نے جو فقہی بنیادیں، مروجہ اسلامی بینکاری کے لئے مسلم بینکاروں کو فراہم کی تھیں اور جن شرائط کے ساتھ فراہم کی گئی تھیں، عملی طور پر مروجہ بینکاری نظام فراہم کردہ بنیادوں پر نہیں چل رہا، بلکہ ان اسلامی بنیادوں کو ان کے مطلوبہ معیارات پر بھی استعمال نہیں کیا جا رہا، جس کے نتیجے میں مروجہ اسلامی بینکاری، روایتی بینکاری سے اپنا جداگانہ اسلامی شخص قائم کرنے میں شروع سے ناکام چلی آ رہی ہے اور ایسے نازک طریقوں پر پیش قدمی کر رہی ہے کہ جن طریقوں پر چلتے ہوئے اسلامی بینکاری روایتی بینکاری سے قطعاً ممتاز نہیں ہو سکتی، جس کی وجہ سے آخری نتیجہ مادی طور پر سودی معاملات سے مختلف نہیں ہو رہا۔ اس پر تین ناقابل تردید شہادتیں ملاحظہ ہوں:



پہلی شہادت

مروجہ اسلامی بینکوں کے مجوزین علماء کرام اور مروجہ اسلامی بینکاری سے وابستہ حضرات یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اسلامی بینکاری کی حقیقی اور اصلی بنیادیں ”شرکت اور مضاربت“ ہیں اور مروجہ ”مراہمہ و اجارہ“ محض حیلے ہیں، جنہیں محدود وقت اور عبوری دور کے لئے مشروط طور پر جائز اور قابل عمل قرار دیا گیا تھا، مروجہ ”مراہمہ و اجارہ“ بالاتفاق اسلامی بینکاری کی مستقل مثالی بنیادیں ہرگز نہیں ہیں، بلکہ انہیں مستقل بنیاد بنانا بھی سودی حیلہ ہونے کی بناء پر ناجائز اور خلاف شرع ہے، مگر اس کے باوجود ہمارے بینکار حضرات ”شرکت و مضاربت“ کی بجائے مروجہ ”اجارہ و مراہمہ“ پر جم کر بیٹھ چکے ہیں اور ان کے خطرناک ہونے اور سودی حیلہ ہونے اور روایتی معیارات کے فریم ورک میں استعمال ہونے نیز مادی طور پر سودی معاملہ ہونے کے باوجود ان حیلوں کو ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں، کیونکہ مروجہ ”اجارہ و مراہمہ“ کو روایتی معیارات کے فریم ورک میں استعمال کرنے سے بعینہ روایتی بینکاری کی شکل و صورت اور خاصیت و افادیت کا تغیر برآمد ہوتا ہے جو بینکار کے لئے قابل قبول ہے اس کے مقابلہ میں ”شرکت و مضاربت“ کا عنصر اسلامی بینکوں میں قلیل کا لعدوم کے درجہ میں ہے اور نفع و نقصان میں شرکت کے اسلامی اصولوں کی وجہ سے شرکت و مضاربت مروجہ بینکوں کے لئے کسی قسم کی دلچسپی کا ذریعہ نہیں ہیں اس لئے بجائے اس پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری اپنی فراہم کردہ اصل بنیادوں سے ایسی ہٹی ہوئی ہے کہ اس کا اصل بنیادوں کی طرف بڑھنا ”محال“ کے درجہ میں صاف نظر آ رہا ہے۔ کیونکہ اسلامی بینک کی حقیقی بنیادیں ایک طرف جب کہ مروجہ اسلامی بینکاری کا رخ مخالف سمت میں ہے۔

دوسری شہادت :

یہی وجہ ہے کہ اسلامی بینکاری کے پشتیبان مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب جن کے فتویٰ اور شخصیت پر اس سلسلہ میں اعتماد کیا جاتا ہے وہ اس بینکاری نظام سے سخت نالاں اور مایوس ہیں جس کا اظہار انہوں نے مختلف تحریروں اور بیانات میں فرمایا ہے، انہی مایوسیوں کے نتیجے میں وہ اس نظام سے رفتہ رفتہ دور ہونے کا عندیہ بھی دے رہے ہیں اور برطانیہ اور شاد بھی فرم چکے ہیں کہ ”مروجہ اسلامی بینکاری کا پہیہ اب الٹا چلنے لگا ہے۔“

مولانا کے اس بیان کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں بیان کیا جاسکتا کہ مروجہ اسلامی بینکاری کو مشروع سے غیر اسلامی کہنے والے حضرات کے خدشات اور اندیشے تو بالکل درست ہی ہیں اس پر مستزاد یہ کہ جو حضرات ان بینکوں کی بہتری اور اسلام سے ہم آہنگ ہونے کی توقع کر رہے تھے اور اسلامی بینکاری سے نیک خواہشات وابستہ کئے ہوئے تھے، وہ بھی اس کی بہتری اور اسلام سے ہم آہنگی کا تصور اب محض ایک ادھور انخواب سمجھنے پر مجبور ہو رہے ہیں، اگر مروجہ اسلامی بینک اپنے مجوزہ مطلوبہ شرعی معیار پر کام کر رہے ہوتے تو ہمارے ان بزرگوں کو مایوسیوں کا سامنا ہوتا، نہ ہمارے بینکار حضرات کو ان کے شکوے سنے پڑتے۔

تیسری شہادت :

ان لاتعداد عوام الناس اور دانشوروں کی ہے جنہوں نے روایتی اور مروجہ اسلامی دونوں بینکوں سے اپنے معاملات رکھے، مگر وہ کسی بھی طور پر دونوں کے درمیان کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ فرق بھی تلاش بسیار کے باوجود محسوس نہیں کر پائے حالانکہ اس طبقہ میں ایک عام اکاؤنٹ ہولڈر سے لے کر بڑے سے بڑے اقتصادی ماہرین اور نامور بینکار حضرات تک بھی شامل ہیں جن کے بارے میں بلاخوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ بینکاری نظام، اس کی باریکیوں اور اکائیوں سے اتنی گہرائی اور گیرائی کا تعلق رکھتے ہیں کہ اس میدان میں ان کی معلومات کا پہلا ذریعہ ہمارے جدید اسلامی بینکاروں کی آخری منزل کے بعد شروع ہوتا ہے، ان ماہرین نے بینکاری نظام، صرف رسائل و جرائد یا اسباق و دروس کے ذریعہ نہیں سیکھا، بلکہ ان کی زندگی کا کارآمد عرصہ ان بینکوں میں گزرا ہے اس کے باوجود انہیں روایتی اور اسلامی بینکوں کے درمیان چند اسلامی اصطلاحوں کے علاوہ کوئی فرق محسوس نہیں ہو سکا، جو اس بات پر شہادت ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کا عملی طریقہ کار فراہم کردہ اسلامی بنیادوں کی بجائے روایتی بینکوں کے سرمایہ کاری کے طریقوں پر چل رہا ہے اس لئے روایتی اور اسلامی بینکوں میں صرف چند اصطلاحوں کا لفظی فرق ہے، عملی طریقہ کار اور اہداف و اغراض میں دونوں یکساں ہیں۔



دوسری وجہ:

مروجہ اسلامی بینکاری کو خلاف اسلام کہنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مروجہ اسلامی بینکاری کے لئے فراہم کردہ بنیادیں بھی باہم طور سقیم سے خالی نہیں کہ ان بنیادوں کی تطبیق، تشریح، تعبیر، استدلال اور طرز استدلال میں مروجہ بینکاری کے مجوزین حضرات نے شرعی اعتبار سے خطرناک قسم کی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ مثلاً:

۱... ان حضرات کے استدلال اور طرز استدلال میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ بینکاری کے لئے مفید تجارتی شکلوں کو اسلامائز کرنے کے لئے کئی فقہی اصطلاحوں میں قطع و برید کی گئی ہے، خلاف ضابطہ ضعیف اور مروجہ اقوال پر اعتماد و انحصار کیا گیا ہے، ایک ہی معاملہ میں شرعی تقاضے پورے کئے بغیر مذہب غیر کی طرف جانے کی روش کو مباح سمجھا گیا، جو کہ تمام مذاہب کے ہاں تملیق محرم (مختلف اقوال کو ملائے کی حرمت) ہو کر بالاجماع باطل ہے، اسی طرح حسبِ منشاء کسی تجارتی شکل کو اسلامی شکل ثابت کرنے کے لئے اور اسلامی لبادہ پہنانے کیلئے صحیح، صریح اور واضح شرعی احکام سے عمداً صرف نظر کرتے ہوئے، دور از کار تاویل درتاویل کا طریقہ کار اختیار فرمایا گیا۔ جسے علماء شریعت نے، شریعت کی توہین، تعطیل اور شرعی احکام کا مذاق قرار دیا ہے کیونکہ یہ طرز عمل تاویل فاسد کے زمرے میں آتا ہے۔

۲... بینکوں میں رائج کردہ ”مراہمہ و اجارہ“ محض حیلے ہیں، یہ اسلامی تمویلی طریقے بالاتفاق نہیں اس کے باوجود ان حیلوں کو مستقل نظام بنانا ناجائز ہے۔ ایسے حیلوں کے ذریعے انجام پانے والا معاملہ بھی ناجائز ہی کہلاتا ہے۔ جیسے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ”بیع عینہ“ کا حیلہ ناجائز ہے اسی طرح مروجہ ”مراہمہ و اجارہ“ کے حیلے اور ان کو ذریعہ تمویل بنانا بھی ناجائز ہے۔ اسلامی بینکاری کے مجوزین نے اس طرح کے واضح احکام کو تاویل درتاویل کے ذریعے نظر انداز فرمایا جبکہ دوسری طرف اسلامی بینکوں کے مالی جرمانہ کے جواز کے لئے ابن دینار مالکی رحمہ اللہ کے مروجہ متروک کا معدوم قول پر اعتماد کیا گیا حالانکہ اس قول پر عمل کرنا شرعاً و اصولاً ناجائز بھی نہیں تھا، مگر مروجہ اسلامی بینکاری کے مجوزین نے ان شرعی اصولی نزاکتوں سے قصداً چشم پوشی فرمائی ہے اور نہ یہ واضح احکام ان سے ہرگز پوشیدہ نہیں تھے۔

۳... مروجہ اسلامی بینکوں میں رائج ”مراہمہ“ اور ”مراہمہ فقہیہ“ میں کوئی مماثلت نہیں، مراہمہ فقہیہ میں ابتدا سے قیمت و ثمن کا متعین ہو کر ذمے میں آنا اور لاگت کا یقینی علم اور وجود ضروری ہے جبکہ بینکوں میں رائج ”مراہمہ“ میں بینک ثمن کی ادائیگی پہلے نہیں کرتا یا لاگت کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے مراہمہ بنوکیہ، اصطلاحی مراہمہ تو درکنار، عام کسی بیع کے تحت بھی نہیں آتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے معاملہ کو ”مراہمہ“ کا نام دینا شرعاً خیانت کہلاتا ہے اور ناجائز شمار ہوتا ہے، مگر مروجہ اسلامی بینکاری میں اسی خیانت کو مراہمہ کے نام سے رواج دیا گیا ہے۔

۴... مروجہ اسلامی بینکوں میں رائج ”مراہمہ“ میں بینک کا کاغذی معاہدہ جس پر پیشگی دستخط ہو چکے ہیں وہی اصل ہے اس کے بعد وکالت کے مختلف مراحل شرعی اعتبار سے وکالت ہرگز نہیں بن سکتے بلکہ لین دین کی ذمہ داری ایک شخص کے گرد گھومنے کی وجہ سے صراحتاً وکالت فاسدہ ہے۔ اس لئے وکالت کا یہ طریقہ کار شرعاً محض کاغذوں کی لکیریں اور لفظی ہیرا پھیری ہے۔ حقیقت میں ایک ہی فرد بائع اور مشتری بن رہا ہے جو کہ صراحتاً خلاف شرع ہے۔ اس مراہمہ کا شرعی اصطلاحی مراہمہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس مراہمہ بنوکیہ خالصتاً سودی حیلہ ہے۔ اور ان بینکوں کا نفع ”ربح“ نہیں ”ربو“ ہے۔

۵... مروجہ ”اجارہ“ میں عاقدین کا بنیادی مقصد ”اجارہ“ کا معاملہ نہیں ہوتا بلکہ خریداری کا معاملہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ قاعدہ و قانون کی رو سے حکم، اصل مقصد (بیع) پر ہی لگے گا نہ کہ الفاظ (اجارہ) پر اس سے اس معاملہ کو اگر بیع کہا جائے تو یہ بیع مشروط بالاجارہ ہے جو کہ خلاف شریعت ہے۔

۶... مروجہ اجارہ میں اجرت کی شرح کی تعیین اور تناسب کے لئے روایتی سود کی شرح کو معیار بنانا ہی بنیادی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ یہ سودی معاملات کے ساتھ اولاً مشابہت بخانیاً اشتباہ بھی ہے۔ دوسرے یہ کہ روایتی سود کی شرح مختلف اوقات میں بدلتی رہتی ہے یا افراط زر کی وجہ سے کسی پیشی ہوتی رہتی ہے۔ ایسا اجارہ جس میں اجرت کی شرح و تناسب یقینی طور پر پیشگی معلوم نہ ہو وہ ناجائز ہوتا ہے۔ مگر ہمارے اسلامی بینکار حسب عادت یہاں بھی اصل احکام کو چھوڑ کر خلاف شریعت طریقوں کو شرعی جواز فراہم کرنے کی تہم و دو میں لگے ہوئے ہیں۔



۴... اسی طرح مروجہ اجارہ یا کسی بھی عقد میں قسطوں کی ادائیگی یا تاخیر کی صورت میں گاہک سے اجباری صدقہ کروانا اور لینا دونوں شرعاً، عرفاً، قانوناً اور عقلاً صدقہ نہیں بلکہ جرمانہ ہے جو کہ بلاشبہ ناجائز ہے اور خالص سودی ہے، بلکہ جس فقہی عبارت سے بعض اہل علم نے اس کا جواز ثابت فرمایا ہے خود اسی عبارت سے اس جرمانے کا صریح سود ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ صدقہ بینک کے مقاصد کے لئے بینک کی شرائط اور ترجیحات کی لازمی رعایت کے ساتھ اس کے مجبور کرنے پر گاہک کو بینک کے لئے ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس مسئلے میں بھی مروجہ اسلامی بینکاری کے مجوز بن کو سو یا عمدتاً بہت بڑا مغالطہ لگا ہے کہ انہوں نے بینک کی ایک غیر شرعی ضرورت کو شرعی ثابت فرمانے کے لئے بہت دور کی بات بہت دور سے ثابت فرمانے کی کوشش فرمائی ہے جس کی بالکل گنجائش نہیں تھی، حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ جہاں جبر ہو وہ صدقہ نہیں۔ جہاں اصطلاحی صدقہ ہو وہاں جبر نہیں ہو سکتا۔

۸... اسی طرح اجارہ اور مروجہ بینکوں کے دیگر عقود میں ”سیکورٹی ڈپازٹ“ کی قانون شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اصطلاحی شرکت و مضاربت، اجارہ، مراہمہ وغیرہ یہ سب امانات کے قبیل سے ہیں نہ کہ ضمانات کے قبیل سے، جبکہ سیکورٹی (رہن) صرف ضمانات پہلی جا سکتی ہے وہ بھی سیکورٹی (رہن) کے احکام کے مطابق۔ جبکہ ہمارے اسلامی بینکوں میں راج سیکورٹی نہ رہن ہے نہ قرض ہے نہ امانت ہے۔ بلکہ دوسرے کے مال سے فائدہ اٹھانے کے لئے خلاف شرع حیلہ اور بہانہ اور تلفیق بھی ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے۔

۹... مروجہ اسلامی بینک ”شرکت و مضاربت“ کو اصلی حقیقی بنیادیں تسلیم کر لینے کے باوجود وہ بھی ان اصلی بنیادوں پر سرمایہ کاری بھی نہیں کر رہے۔ یہی وجہ ہے کہ شرکت و مضاربت کا تناسب، اجارہ و مراہمہ کے مقابلے میں ایک سروے اور محتاط اندازے کے مطابق زیادہ سے زیادہ صرف پندرہ سے بیس فیصد ہے، بالفرض اگر پچاس فیصد بھی مان لیا جائے تو ”ما جمع حلال و حرام الاغلب الحلال“ (حلال و حرام جب بھی جمع ہونے پر حلال پر غالب رہا) کے پیش نظر نیز احوال واقعی کے مطابق سرمایہ کاری کے حلال طریقے قلیل کا معدوم ہوں، اور غیر شرعی طریقوں کا عنصر زیادہ ہو تو ایسا مغلوبہ طریقہ تمویل غیر شرعی ہی کہلاتا ہے۔ اس لئے مروجہ اسلامی بینکوں کے طریقہ تمویل کو شرعاً جائز کہنے کی کوئی اصولی گنجائش موجود نہیں اس کے باوجود اسے جائز کہا جاتا ہے اور اس کا جواز جتلا یا بھی جاتا ہے۔

۱۰... مروجہ مشارکہ و مضاربتہ میں خلاف شرع معاہدات طے ہوتے ہیں، مثلاً ایک اسلامی بینک میں اکاؤنٹ کھلوانے والے کو جو فارم پُر کرنا پڑتا ہے اس میں بینک کی شرائط، پالیسی اور بینک سے متعلق وہ سارے قوانین و اعلانات بلا تفصیل ملنے ہوں گے جو بینک کرے گا۔ نیز جو قواعد اور اعلانات ”بینک دولت آف پاکستان“ جاری کرے اس کی پابندی کا عہد بھی لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلامی بینک کے اعلانات اور پالیسیاں ہلتے رہتے ہیں، یکساں نہیں ہوتے۔ ایسے مجبور اور غیر معلوم اعلانات کا گاہک کو پیشگی معاہدے کے ذریعہ پابند بنانا شرعاً جائز نہیں اور مجبور و غیر معلوم شرائط اور ذمہ داریوں والا معاملہ شرعاً فاسد کہلاتا ہے نہ کہ صحیح اور جائز۔

۱۱... اسی طرح مسلمان گاہک کو ”بینک دولت آف پاکستان“ کے اعلانات اور پالیسیوں کا پابند بنانا بھی بالکل ناجائز ہے کیونکہ اسٹیٹ بینک کا غیر اسلامی مزاج اور شرعی احکام کی خلاف ورزی کا معاملہ سورج کی طرح واضح ہے۔

فائدہ :

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ”بینک دولت آف پاکستان“ نے اسلامی بینکوں کو اپنی پالیسیاں، اسلام کے مطابق بنانے اور سرمایہ کاری کرنے کے لئے تحریری اور قانونی طور پر کھلی پھوٹ دے رکھی ہے۔ اگر اسٹیٹ بینک کے غیر اسلامی مزاج سے قطع نظر ہم ان حضرات کی اس بات کو تسلیم کر لیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہمارے مروجہ اسلامی بینک اپنی اصلی اور حقیقی بنیادوں پر سرمایہ کاری کرنے کے لئے عملاً و قانوناً آزاد ہونے کے باوجود اسلامی بینکاری کی اصلی بنیادوں یعنی ”مشارکہ و مضاربتہ“ کی بنیاد پر سرمایہ کاری کو قصداً و عمدتاً وسعت نہیں دے رہے۔ اگر ”بینک دولت آف پاکستان“ کی طرف سے رکاوٹ بننے کا عذر ہوتا تو بھی کسی حد تک اسلامی بینکاروں کو مجبور تسلیم کرنے کی گنجائش ہو سکتی تھی، جیسا کہ اب تک بعض علمائے امت اس مجبوری کے پیش نظر خاموش انتظار کرتے رہے ہیں۔

۱۲... مضاربتہ میں کھاتہ دار ”رب المال“ اور ”بینک“ مضاربت ہوتا ہے، مال مضاربت میں بینک کا حصہ شرعاً صرف اور صرف حاصل شدہ نفع کی طے شدہ شرح ہے، اس کے



علاوہ ینک کے لئے شرعاً اپنے ذاتی انتظامی اخراجات کی مد میں رقم لینا، اسی طرح مختلف فیسیں لینا یا کسی قسم کا معاوضہ اور الاؤنس، مال مضاربت سے منہا کرنا ناجائز ہے۔ مگر اسلامی ینک مضاربہ فیس وغیرہ وصول کرتے ہیں۔ اس کے باوجود مروجہ ینکوں کو اسلامی کہا جاتا ہے جو کہ خلاف اسلام کو اسلام کہنے کے مترادف ہے۔

۱۳... شرکت و مضاربت میں منافع کی تقسیم کا مجوزہ طریقہ کار بھی، اسلامی تقاضے پورے نہیں کرتا بلکہ منافع کی حقیقی شرح کے بجائے روزانہ پیداوار کی بنیاد پر یا "وزن" دینے کے نام سے فرضی اور تخمینی شرح طے اور ادائیگی جاتی ہے جو کہ شرکت و مضاربت کے اساسی اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔

۱۴... شرکت متناقصہ شرعی اعتبار سے ممنوع مکاسب اور ناجائز بیوع کے زمرے میں داخل ہے۔ اس عقد میں صفحتہ فی صفحتہ (معاملہ در معاملہ) "بیع و شرط" اور "بیع ثمنی" جیسی متعدد خرابیاں پائی جاتی ہیں اس لئے ناجائز ہے۔ مگر اس کے باوجود ان نصوص شرعیہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شرکت متناقصہ کا جواز بیان فرمایا گیا اور اسلامی ینکوں نے اسے ذریعہ تمویل کا اہم ستون بنایا ہوا ہے۔ شرکت متناقصہ کو اسلامی استقرائی طریقہ تمویل کہنے کی بجائے خلاف اسلام کہنا علماء کا فرض منصبی تھا، مگر بعض لوگوں نے لپٹنے اس فرض سے قصداً غفلت برتی ہے۔

واضح رہے کہ شریعت اسلامیہ اور فقہ اسلامی کے ماہرین کی امانت دیانت اور تدبیر و تقویٰ اس بات پر گواہ ہے کہ فقہ اسلامی کے ذکر کردہ واضح احکام ایسے ہیں کہ ان کو رد کرنے کے لئے کوشش کرنا یا کسی قسم کی تاویل کرنا، تاویل فاسد کے زمرے میں آتا ہے، بلکہ یہ نصوص شرعیہ کے ساتھ کھیل اور مذاق ہے۔

۱۵... مروجہ اسلامی ینکوں میں شخص قانونی (Juristic Person) اور اس کی محدود ذمہ داری کا ظالمانہ، غیر منصفانہ، اور استحصالی تصور بھی کارفرما ہے، بلکہ ریڈھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ شخص قانونی اور اس کی محدود ذمہ داری کا تصور، ینک (شخص قانونی) اور اس کے اعضاء و جوارح کو غیر محدود نفع پہنچانے اور نقصان کی بھاری ذمہ داریوں سے بچانے کے لئے ناروا اور خلاف شرع تصور ہے، اس تصور میں شخص قانونی کے اعضاء و جوارح کے لئے بہترین فائدہ اور دائرین کا بدترین استحصال پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جب تک منافع کی ریل پیل ہو، بے جان "شخص قانونی" حقیقی انسان سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے اور جب نقصان اٹھانے کی نوبت آجائے تو شخص قانونی محدود ذمہ داری کا کفن پس کر موت کے کنوئیں میں اتر جاتا ہے۔ اس تصور کے خلاف اسلام ہونے کے علاوہ اس میں انسانیت کی توہین بھی ہے۔ کیونکہ یہاں حقیقی انسان کو فرضی انسان کا نوکر چا کر بنا لایا گیا ہے۔ اس کے باوجود اس غیر اسلامی تصور کو اسلامی ثابت فرمانے کے لئے بے پناہ "علمی پختیں" صرف فرمائی گئی ہیں اور اس رائے پر ایسے استدلال کیے گئے ہیں جن کی اصولاً گنجائش ہرگز نہیں تھی۔

۱۶... مروجہ اسلامی بینکاری کے مجوزین اور وابستہ گان خود اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ مروجہ اسلامی ینکوں کے معاملات خالص غیر سودی حلال اور جائز نہیں ہیں بلکہ بعض معاملات جائز اور بعض ناجائز بھی ہیں۔ ایسے معاملات کم از کم مشتبہ تو ضرور ہوتے ہیں۔ ایسے معاملات پر اصول شریعت کے مطابق بالاتفاق جواز اور حلت کے بجائے، عدم جواز اور عدم حلت کا حکم لگایا جاتا ہے، یعنی اگر بالفرض مروجہ اسلامی ینکوں کے بعض معاملات کو جائز تسلیم کر لیا جائے تو بھی مطلق جواز بیان کرنے کی گنجائش نہیں نکل سکتی، چنانچہ ایسے معاملات کے بارے میں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا ایک فتویٰ بطور نمونہ ملاحظہ ہو جو انہوں نے "غیر سودی کا ونٹروں" کے حکم کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے۔ "اس تجزیے سے یہ بات واضح ہوتی کہ فی الحال ان "غیر سودی کا ونٹروں" کا کاروبار جائز اور ناجائز معاملات سے مخلوط ہے، اور اس کا کچھ حصہ مشتبہ ہے۔ لہذا جب تک ان خامیوں کی اصلاح نہ ہو، اس سے حاصل ہونے والے منافع کو کلی طور پر حلال نہیں کہا جاسکتا، اور مسلمانوں کو ایسے کاروبار میں حصہ لینا درست نہیں۔"

(فقہی مقالات: ۲۶۳/۲ ط: مبین پبلیشرز)

اس فتویٰ کی رو سے یہ معلوم ہوا کہ ایسے معاملات کو جواز کے محدود عنصر پر مشتمل ہونے کے باوجود جائز کہنے یا ناجائز بتانے اور معمول بنانے کی گنجائش شرعاً نہیں ہوا کرتی، اور مسلمانوں کے لئے ایسے معاملات میں حصہ لینا ناجائز نہیں ہونا، مگر مروجہ اسلامی ینکوں کے معاملات کو اس کے باوجود جائز کہا اور جتلیا جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ مروجہ اسلامی بینکاری کے جو تجلیاتی خاکے "اسلامی بینکنگ" کے مجوزین علماء کرام نے وضع کئے ہیں وہ خاکے بھی خلاف شرع ہیں ان خاکوں میں اسلامی رنگ کی بجائے روایتی بینکاری کا رنگ ہی نمایاں ہے، اور ان خاکوں میں کئی شرعی نقائص بھی پائے جاتے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ ہمارے ان ینکوں کا عملی طریقہ کار ان فرضی تجلیاتی خاکوں کے



مطابق بھی نہیں ہے، اس لئے ان مروجہ اسلامی بینکوں کو اسلامی بینک کہنا بھی جائز نہیں، کیونکہ زیادہ سے زیادہ مروجہ اجارہ و مراسم کے حیلوں کی وجہ سے ”حیلہ بینک“ کہہ سکتے ہیں، اور حیلہ الگ چیز ہے اور حقیقت اسلام الگ چیز ہے۔

چنانچہ انہی وجوہات کی بناء پر مروجہ اسلامی بینکاری کی بابت ملک کے جمہور علمائے کرام اور مقتیان کرام کا متفقہ فتویٰ یہ ہے :

گذشتہ چند سالوں سے بعض اسلامی شرعی اصطلاحات کے نام سے رائج ہونے والی بینکاری کے معاملات کا قرآن و سنت کی روشنی میں ایک عرصے سے جائزہ لیا جا رہا تھا اور ان بینکوں کے کاغذات، فارم اور اصولوں پر غور و نحوہ کے ساتھ ساتھ اکابر فقہاء کی تحریروں سے بھی استفادہ کیا جاتا رہا۔ بالآخر اس سلسلے میں حتیٰ فیصلے کے لئے چاروں صوبوں کے علمائے کرام کا ایک اجلاس مورخہ ۲۸ اگست ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۵ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بروز جمعرات شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے زیر صدارت جامعہ فاروقیہ کراچی میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں شریک مقتیان عظام نے متفقہ طور پر فتویٰ دیا کہ اسلام کی طرف منسوب مروجہ بینکاری قطعی غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے، لہذا ان بینکوں کے ساتھ اسلامی یا شرعی سمجھ کر جو معاملات کئے جاتے ہیں وہ ناجائز اور حرام ہیں۔ اور ان کا حکم دیگر سودی بینکوں کی طرح ہے۔“

بائیں معنی اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح عیاں ہو چکی کہ مروجہ اسلامی بینکاری درحقیقت غیر اسلامی بینکاری ہے اور لوگ اسے اسلامی بینکاری سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ معاملات کر رہے ہیں، اس لئے علماء امت مروجہ اسلامی بینکاری کو روایتی بینکاری کے مقابلے میں مسلمانوں کے حق میں زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی ناجائز اور خلاف شرع معاملے کو ناجائز سمجھتے ہوئے کرنا کم درجہ کا جرم ہے اور اسے جائز سمجھتے ہوئے کرنا بڑے درجے کا جرم ہے، روایتی بینکار، سودی معاملات کرتے ہیں مگر سودی معاملات سمجھتے ہوئے، جبکہ مروجہ اسلامی بینکار انہی جیسے سودی معاملات اور خلاف شرع معاملات کو غیر سودی اور شرعی سمجھتے ہوئے کر رہے ہوتے ہیں، اور یہ پہلے کی نسبت ایمان اور آخرت کے اعتبار سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ روایتی بینکار مسلمان خود کو شرعی مجرم اور گنہگار سمجھتے ہوئے اپنے ناجائز اور سودی معاملات کی معافی کے لئے توبہ کے دروازے تک پہنچ سکتا ہے، اسے توبہ کی توفیق مل سکتی ہے جبکہ مروجہ اسلامی بینکاری میں اپنے خلاف شرع معاملات پر توبہ کا داعیہ پیدا ہوگا، اور نہ ہی توبہ کی توفیق میسر آ سکتی ہے، کیونکہ وہ اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ توبہ اور مغفرت سے اسی کو نوازتے ہیں جو محتاج بن کر اللہ کی طرف متوجہ ہو،

اس لئے مسلمانوں پر واجب اور لازم ہے کہ دیگر حرام اور خلاف شرع امور کی طرح اسلام کی طرف منسوب مروجہ اسلامی بینکاری سے بچنے کا بھی بھرپورا اہتمام کریں۔ اور اپنے سابقہ معاملات پر توبہ واستغفار کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

ہدانا عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

کتاب الصلاة جلد 1